دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

نومبر 2011ء

ماہنامہ

فہمِ دین

جلد نمبر 1

شمارہ نمبر 3

عشرۂ ذی الحجہ اور حسن احکامات

آبِ زم زم کی فضیلت اور اس کے طبّی فوائد

اور دیئے سے دیا جلتا گیا

فرد سے معاشرے تک

شیرِ خدا



محمد ابوبکر صدیق

"اے علی! پچھلی امتوں میں سب سے بڑا بدبخت شخص وہ تھا جس نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور اس کے بعد آنے والوں میں سب سے بڑا بدبخت اور شقی انسان وہ ہوگا جو تمہارے سر اور داڑھی کو خون سے رنگین کرے گا۔" نبی اکرم ﷺ خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مخاطب تھے۔

●●●

حضرت علی رضی اللہ عنہ یوں تو وقت کے بڑے خطیب اور فصاحت وبلاغت میں یکتا تھے، ذہانت اور فطانت میں لاجواب تھے، خاندانی حسب ونسب، نبی اکرم ﷺ سے دامادی کا رشتہ اور قریبی تعلق اس کے علاوہ تھا، لیکن بعض ایسے اوصاف آپ کے اندر تھے جن میں آپ کا ہمسر کوئی نہیں تھا۔ جس میں سے ایک شجاعت وبہادری کا وصف ہے۔ آپ کے تذکرے میں جرأت وبہادری کے ایسے نمونے ملتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

شب ہجرت کے واقعے ہی کو لے لیجیے، اس رات مشرکین نے شیطان کی سرپرستی میں نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ اتنا بھیانک تھا کہ ظلم وزیادتی کے تمام طریقے سہم کر رہ گئے تھے۔ اس رات حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی چادر اوڑھ کر آپ ﷺ کے بستر پر سو گئے۔ صبح کے وقت جب حقیقت کھلنی تھی تب مشرکین کا ردِّ عمل کیا ہونا تھا اس کی کچھ خبر نہ تھی لیکن آپ نے اس کی کوئی پروانہ کی۔ پھر رات کے کسی پہر نبی اکرم ﷺ ناقدروں کی بستی چھوڑ کر مدینے کی طرف چل پڑے۔ صبح ہوئی تو کفار ومشرکین غصے سے تلملا اٹھے لیکن آپ پر ہاتھ نہ اٹھا سکے۔

غزوۂ احد میں نبی اکرم ﷺ کے شہید ہونے کی افواہ پھیلی تو جن لوگوں نے حفاظت کی غرض سے آپ کو تلاش کیا، ان میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ اس سے قبل آپ نے غزوۂ بدر میں شجاعت وبہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ ایک جنگ میں ان کے سورما مرحب کو تلوار کے ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا تھا۔

غرض شجاعت وبہادری میں وہ اپنی مثال آپ ہی تھے، لیکن اس سے بڑا کمال یہ کہ آپ نے زندگی بھر کبھی بھی اس بہادری کا استعمال ذاتی غرض سے نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اسلام کی خاطر لڑے اور اسلام کی خاطر اپنی قوت کو استعمال کیا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ لڑائی کے دوران ایک کافر کو گرایا اور اس کے سینے پر چڑھ گئے۔ ابھی مارنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ نے اسے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ پہلے میں نے اسے اسلام کے دفاع میں قتل کرنا چاہا تھا مگر اب ایک ذاتی غرض شامل ہوگئی ہے کہ میں اپنی ہتک کا انتقام بھی لے لوں، اس لیے تمہیں چھوڑتا ہوں، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب

(بہادر وہ نہیں جو کشتی کے دوران پچھاڑنے میں کامیاب ہو جائے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔)

جنگ کے دوران اپنے دشمن پر قابو پالینا اور باوجود توہین کرنے کے اسے معاف کر دینا ایک ایسا کام ہے جسے بہادری اور حوصلہ مندی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

غزوہ خیبر کے موقع پر بہادری کا جو کارنامہ سرانجام دیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ خیبر کا قلعہ اپنی مضبوطی میں مشہور تھا۔ مسلمان اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، مگر فتح کی کوئی صورت نہیں بن رہی تھی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اسے فتح کر لے گا۔ صحابہ سوچنے لگے کہ یہودیت کی کمر میں آخری لات رسید کرنے کی سعادت کس کے نصیب میں آئے گی؟..... کون ہوگا جو دین وشریعت سے بیزار ہو جانے والوں کو صدیوں تک دربدری پر مجبور کر دے گا؟۔ جھنڈا کون خوش نصیب اٹھائے گا؟

اگلی صبح نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ آپ آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ: آنکھوں میں شدید تکلیف ہے۔ نبی ﷺ نے اپنا لعاب

جو شخص کسی کے عیب کی تلاش میں رہتا ہے، اسے کوئی نہ کوئی عیب مل ہی جاتا ہے۔ (قول حضرت علیؓ)

مبارک آپ کی آنکھوں پر لگایا تو آپ فوراً ٹھیک ٹھاک ہوگئے۔ آپ کو جھنڈا دیا گیا۔ لشکر آپ کی سربراہی میں سوچ رہا تھا کہ آپ قلعہ فتح کرنے کی کوئی انوکھی تدبیر کریں گے، لیکن آپ نے سب کو حیرت زدہ کردیا۔ آپ آگے بڑھ کر دروازے سے لپٹ گئے۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ آپ نے دروازے کو جھٹکا دیا اور اکھاڑ کر ایک طرف ڈال دیا۔ نعرہ تکبیر کی گونج کے ساتھ مسلمان قلعے میں داخل ہوگئے۔

یہودیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں چوں کہ بڑی ہزیمت اٹھانی پڑی اس لیے انہوں نے اپنی پوری کوشش اس پر صرف کردی کہ کسی طرح مسلمانوں کا ناکام کردیا جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے دور میں انہوں نے آپ کی حمایت اور حفاظت کا نعرہ لگا کر آپ کو یرغمال بنالیا اور ہر طرف غلط فہمیاں پھیلا کر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش جس میں وہ دو مرتبہ کامیاب بھی ہوئے اور جنگ جمل و جنگِ صفّین کا سانحہ پیش آیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اکٹھے ہو کر ان فتنہ انگیزوں کے خلاف نہروان کے مقام پر جنگ لڑی، جس سے ان کی قوت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔ پھر وہ کبھی اس طرح کی فتنہ انگیزی نہ کر سکے، البتہ انفرادی طور پر انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا۔ حضرت علیؓ کی شہادت بھی انہی کے ہاتھوں ہوئی۔

●●●

''اے علی آئندہ آنے والوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ ہوگا جو تمہارے سر اور داڑھی کو خون سے رنگین کرے گا'' عبدالرحمٰن ابن ملجم خارجی نے اس وعید کا وبال اپنے سر لیا۔ حضرت علیؓ کا معمول تھا کہ صبح سویرے مسجد میں نماز کے لیے جاتے تو گلیوں میں ''الصلوۃ الصلوۃ'' پکارتے ہوئے جاتے۔ اس دن بھی آپ نے یہی کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اندھیرے میں عبدالرحمٰن ابن ملجم چھپا بیٹھا تھا، اس نے نکل کر آپ کے سر پر تلوار ماری جو دماغ تک پہنچی۔ آپ کی زبان سے نکلا: فزت ورب الکعبۃ خدا کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔ آپ گر گئے اور آپ کو اٹھا کر گھر لایا گیا۔ علاج معالجہ ہوتا رہا، لیکن افاقہ نہ ہوا، خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے آپ اتوار کی رات کو انتقال کر گئے۔ آخری وقت جب آپ تکلیف کی حالت میں تھے اور زخمی تھے، آپ کے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم خارجی کو گرفتار کرلیا گیا تھا آپ نے اس وقت بھی شریعت کا دامن نہ چھوڑا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم اس کو قتل کردیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اگر میں صحت یاب ہوگیا تو یہ قتل کا مستحق نہیں ہوگا۔ میں جو چاہوں گا مناسب فیصلہ کروں گا، لیکن اگر میں جانبر نہ ہوسکا تو تم اس کو تلوار کی صرف ایک چوٹ مارنا کیوں کہ اس نے ایک ہی چوٹ ماری تھی۔ آپ کی وفات کے بعد ابن ملجم کو بری طرح سے قتل کیا گیا۔

آپ سے حکمت کی بہت سی باتیں منقول ہیں جن میں چند یہ ہیں اور حق یہ ہے کہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں:۔

- اگر کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کو سیکھنے میں شرم نہیں کرنی چاہیے۔
- بات کرنے والے کی حیثیت کو نہ دیکھو بلکہ اس بات کی حیثیت دیکھو۔
- ایمان کی علامات یہ ہیں کہ جہاں سچ بولنے میں نقصان کا اندیشہ ہو وہاں بھی سچ بولو۔
- احسان کر کے آزاد آدمی کو بھی غلام بنایا جاسکتا ہے۔
- جب تقدیر کا معاملہ آتا ہے تو سب تدبیریں بے کار ہوجاتی ہیں۔
- اے لوگو! اللہ کی توحید پر قائم رہنا۔ کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا اور محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرنا۔ اگر تم اس پر عمل کرتے رہے تو ہر برائی تم سے دور رہے گی۔

بقیہ: فرد سے معاشرے تک

ان کے ایمان، یقین، عبادات، معاشرت، اخلاقیات اور معاملات کی اصلاح پر مکمل توجہ مرکوز رکھی۔ اور جب عمل و کردار کے اعتبار سے اعلیٰ ترین تربیت کے حامل افراد کی کھیپ تیار ہوئی تو پھر جہالت اور ظلمت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے لوگوں نے مدینہ کا صالح اور امن و فلاح پر مشتمل مثالی معاشرہ دیکھا۔ اس سے پہلے وہ لوگ بے شمار معاشرتی برائیوں، ناانصافیوں اور بے اعتدالیوں کا شکار تھے۔ چنانچہ ان گنے چنے لیکن باکردار مسلمانوں کو دیکھ کر لوگ جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہونے لگے اور اسلامی معاشرہ پھیلتا چلا گیا۔

قارئین! تبدیلی کا عمل اوپر سے نہیں آتا بلکہ کسی انقلاب کے لیے بہت کٹھن تدریجی مراحل طے کرنا پڑتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اردگرد کے نعروں اور مختلف قسم کے انقلابوں کے داعی افراد کے پیچھے چلنے کی بجائے اسلامی تعلیمات کو معیار اور کسوٹی بنائیں۔ سب سے پہلے اپنی ذات کو اس کسوٹی پر پرکھیں کہ آیا ہم جس صالح اور مثالی معاشرے کی خواہش رکھتے ہیں، اس کی اکائی بننے کے لیے مطلوبہ صفات ہماری ذات میں موجود بھی ہیں۔ اگر نہیں ہیں تو ہم نے اس حوالے سے کیا سوچا.....؟

آج ہر شہر، ہر گلی، ہر محلے حتی کہ اکثر مجلسوں میں حالات کی خرابی اور معاشرتی بگاڑ پر منہ بھر کر تبصرے کیے جاتے ہیں۔ ہر شخص حکومت کو کوستا نظر آتا ہے اور تمام خرابیوں کی ذمہ داری اربابِ بست و کشاد پر ڈال دیتا ہے اور اپنے گریبان میں جھانکنے کی زحمت تک نہیں کرتا۔ دوسروں پر تنقید اس دنیا کا آسان ترین کام ہے اور اپنی ذات اور کردار پر نظرِ ثانی اور اس کی اصلاح کے پہلو کو یکسر نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ پھر بات یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہ پوچھیں کہ معاشرے کی اصلاح میں ہم اپنی استطاعت کے مطابق کیا کردار ادا کرسکتے ہیں۔ یہ کام صرف علماء کا نہیں بلکہ تاجر، کلرک، مزدور، ٹیچر، کارخانے دار، ملازم غرض زندگی کے ہر شعبے سے وابستہ افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے لے کر معاشرتی ذمہ داریوں سے آگہی حاصل کرے اور ان کی انجام دہی کو اپنا اوّلین فریضہ سمجھے کیونکہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو اپنی حالت کے بدلنے کا

حرفِ آخر یہی ہے کہ معاشرے میں مثبت تبدیلی اور صالح انقلاب کا خواب صرف اسی صورت میں شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے کہ ہر فرد اپنی ذات کو تعلیمات اسلام کے مطابق ڈھال لے اس لیے فرد سے فرد مل کر افراد بنے اور افراد ملے تو معاشرہ بنا.....

جو شخص خواہ مخواہ اپنے آپ کو محتاج بناتا ہے، وہ محتاج ہی رہتا ہے۔ (قول حضرت علیؓ)